زکوٰۃ انفرادی واجتماعی خوشحالی کا ذریعہ ہے تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں (تقابلی تجزیہ)

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی*

Abstract:
"Zakat" is not only a fundamental pillar of Islam, it also provides with marvelous monetary policy to bridge the gap between haves and have nots. Actually Zakat contributes greatly in reducing poverty, eradicating the unemployment and discouraging high rates of inflation. This alm in the name of zakat is indisputable right of needy muslims in the surplus wealth of a rich muslim, The eligibility criteria of paying and receiving Zakat is clearly defined through Quran and Sunnah and different dictionaries, Early signs of Zakat in semetic religions have also been explained, and individual and social impacts of Zakat have been analysed. At the end, some suggestions related to implication of rights have also been presented so that poverty ridden muslims can get the fruit of Zakat evenly."

Key Words: Economic system, poverty,social welfare, Unemployment.

زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور مال کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اسلام انسان کی تطہیر کا خواہش مند ہے، جسے قرآن کریم نے تذکیہ سے تعبیر کیا ہے۔ تطہیر جسمانی کے ساتھ فکری، قلبی، مالی بھی مطلوب ہے اور اسے دیگر عبادات کی طرح عین عبادت فرض قرار دیا گیا ہے۔ کوئی شخص خواہ کتنی ہی جسمانی عبادات کرلے اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک مالی عبادات کا عقیدہ نہ رکھے، اور اگر مالدار ہے تو اس پر عمل نہ کرلے۔

اسلامی نظام معیشت میں زکوٰۃ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، جس کے بغیر حقوق العباد کی ادائیگی ممکن نہیں ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر انفرادی و اجتماعی خوشحالی ایک خواب کے سوا کچھ نہیں ہے، بلکہ عتاب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منکرین اسلام کو تو قابل معافی سمجھا، منکرین زکوٰۃ کو واجب القتل قرار دیا۔

☆ پرنسپل: پاکستان شپ اونرز گورنمنٹ ڈگری کالج نارتھ ناظم آباد، کراچی

زکوٰۃ کی تعریف و تعارف

اسلامی نظامِ معیشت میں اہم مالی مدیں یہ ہیں: {۱} عشر، {۲} خراج، {۳} جزیہ، {۴} زکوٰۃ، {۵} صدقات خیرات، {۶} مال فئی، {۷} خمس، {۸} ٹیکس، {۹} کراء الارض، {۱۰} عشر، {۱۱} اموال فاضلہ، {۱۲} اوقاف[۱]

کفالت عامہ کا بنیادی ذریعہ زکوٰۃ ہے، زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر فرض ہے۔ ۱۔ جانور پر، ۲۔ سونے چاندی پر، ۳۔ ہر قسم کے مال تجارت پر، ۴۔ کھیتی اور درختوں کے مال پر۔[۲] المنجد میں زکوٰۃ کی جمع زَکَاۃٌ/زکوٰات بیان کی گئی ہے۔[۳] زکوٰۃ کا لفظ قرآن کریم میں ۳۵ سے زائد مقامات پر[۴] آیا ہے۔ اور دس سے زائد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ {۱} بمعنی الأقرب إلى المصلحة[۵]، {۲} بمعنی الحلال،[۶] {۳} بمعنی الحسن واللطافة[۷]، {۴} بمعنی العلاج والصیانة[۸]، {۵} بمعنی الاحتراز عن الفواحش[۹]، {۶} بمعنی اطاعت و اقبال علی الخدمة[۱۰]، {۷} بمعنی التوحید والشهادة[۱۱]، {۸} بمعنی الثناء والمدح[۱۲]، {۹} بمعنی النقاء والطهارہ[۱۳]، {۱۰} بمعنی اداء الزکوٰۃ الشرعیة[۱۴] مزید دیکھئے۔[۱۵] امام ماوردی نے لکھا ہے زکوٰۃ اور صدقہ کے الفاظ اگرچہ الگ الگ ہیں لیکن ہم معنی ہیں۔[۱۶] ابن نجیم نے فقہ حنفی کی رو سے زکوٰۃ کی شرعی تعریف یہ کی ہے:

ہی تملیک المال إلیٰ فقیر مسلم غیر ہاشمی ولا مولا ہ بشرط قطع المنفعة عن الملک من کل وجه لله تعالیٰ[۱۷] مزید شرعی تعریفات کے لئے موسوعۃ نظرۃ النعیم ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔[۱۸]

قرآن کریم میں مال کو انسانیت کی بقاء اور انسانیت کے قیام کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے:

''اَمۡوَالَکُمُ الَّتِیۡ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ قِیٰمًا''[۱۹]

(زندگی کا قیام و دوام مال کے ذریعہ ہے۔)

قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے واضح کر دیا کہ زندگی میں مال بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں: میرے علم کے مطابق قرآن کریم ہی وہ پہلی دینی کتاب ہے جس میں آمدنی کے وسائل کے متعلق بہت کم تفصیلیں ملتی ہیں لیکن خرچ کے متعلق انتہائی تفصیل سے بتایا

گیا ہے کہ کس کو کتنی رقم دی جائے۔[۲۰] کہاں کہاں خرچ کی جائے۔ قرآن میں زکوٰۃ کا حکم آیا ہے لیکن اموال، زکوٰۃ کی مقدار، سال کی شرط، اور نصاب کا تذکرہ نہیں ہے۔[۲۱] یہ سب تفصیلات ہمیں سیرت طیبہ ﷺ ہی سے معلوم ہوتی ہیں، بالخصوص زیر بحث موضوع زکوٰۃ کے حوالہ سے مصارف زکوٰۃ کو بیان و متعین کرنے کی حکمت ہی یہ ہے کہ حکمراں اپنی ترجیحات قائم کرکے (جیسا کہ ہمارے حکمراں نظام زکوٰۃ کے ساتھ کرتے آئے ہیں) لوگوں کو نقصان نہ پہنچا سکے اور لوگ بھی حکومت کو پریشلائز کرکے مجبور نہ کرسکیں، جیسا کہ سورۂ توبہ [۲۲] سے معلوم ہوتا ہے۔ کچھ غیر مستحق لوگوں نے [۲۳] آپ ﷺ سے زکوٰۃ لینی چاہی مگر آپ ﷺ نے ان کی رضا پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو ترجیح دی، غریبوں کے حق پر غیروں کو قابض نہیں ہونے دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنی ذات سمیت اپنے خاندان اور نسل کے لئے بھی زکوٰۃ کے استعمال کو ممنوع قرار دیا۔ جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے لکھا ہے "یہ نہایت اہم بات ہے کہ اسلام کے سوا دنیا کی کسی اور قوم نے سرکاری آمدنی کو حکمراں کی ذات کے لئے ممنوع قرار نہیں دیا۔[۲۴] اسی وجہ سے اکثر علماء کی رائے ہے سید کا زکوٰۃ لینا منع ہے۔ (لیکن اس موقع پر مولانا عبدالقدوس ہاشمی کی رائے بھی قابل مطالعہ ہے۔)[۲۵] آج صورت حال یہ ہے کہ لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے جو دیتے ہیں وہ پوری نہیں دیتے اور جو کچھ حکومت تک پہنچتا ہے وہ غریبوں تک نہیں پہنچتا یا زکوٰۃ سے جو مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہوتا، ایک ماہر معاشیات کے تجزیہ کے مطابق پاکستان میں سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں کروڑ پتی لوگ موجود ہیں۔ ایک شخص جس کے پاس دس کروڑ روپے ہوں اس کی سالانہ زکاۃ پچیس لاکھ روپے بنتی ہے۔ اگر ایک شہر میں صرف ایک کروڑ پتی رہتا ہو جو ایمانداری سے اپنی زکوٰۃ ادا کرتا ہو تو چند سالوں میں ہی اس شہر کے بیشتر محتاجوں اور مسکینوں کے معاشی مسائل حل ہوسکتے ہیں، اور اگر پاکستان کے ہر شہر اور علاقے کے تمام صاحبِ نصاب افراد اپنی اپنی زکوٰۃ ادا کریں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہر شہر اور علاقہ معاشی لحاظ سے خوش حال نہ ہو۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان کی سالانہ زکوٰۃ پانچ ارب روپے بنتی ہے۔ صرف ایک سال کی زکوٰۃ سے اگر مستحقین کے لئے اوسط درجے کے مکان تعمیر کئے جائیں تو دولاکھ مکان تعمیر ہوسکتے ہیں، اتنی ہی رقم میں اگر یتیم اور بے سہارا بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا مقصود ہو تو سارے ملک میں ایک سال کی زکوٰۃ سے تین سو ایسے مراکز تعمیر کئے جاسکتے ہیں جن میں ایک لاکھ ستر ہزار بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا انتظام ہوسکتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اگر ملک میں صحیح طریقے سے نظام زکوٰۃ نافذ ہو

جائے تو چند ہی سالوں کے اندر اندر پورے ملک میں عظیم معاشی انقلاب بپا ہو سکتا ہے۔ زکوٰۃ کے فیوض و برکات کا ایک دوسرے پہلو سے بھی جائزہ لیجئے۔ صرف ایک سال کی زکوٰۃ پانچ ارب روپے بنتی ہے۔ اس سے دو لاکھ بے خانماں لوگوں کو جو گھر میسر آئیں گے، ایک لاکھ ستر ہزار بچوں کی کفالت ہو گی، وہ اپنی جگہ لیکن دو لاکھ مکانوں کی تعمیر یا تین سو مراکز کی تعمیر کے لئے پانچ ارب روپیہ گردش میں آئے گا۔ جس کا کثیر حصہ کاریگروں، مستریوں، مزدوروں اور دوکانداروں کے ہاتھوں میں جائے گا جو براہ راست عام آدمی کی خوشحالی کا باعث بنے گا۔ گویا زکوٰۃ کا حکم ایک ایسا کثیر المقاصد عمل ہے جو دین کی تکمیل اور تقرب الی اللہ کے علاوہ ایک عام آدمی سے لے کر پورے ملک کی اجتماعی خوشحالی کا ضامن ہے۔[۲۶] یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد مدینہ کی اسلامی ریاست میں اس قدر خوش حالی ہو گئی تھی کہ زکوٰۃ دینے والے بہت تھے اور لینے والا کوئی نہ تھا۔

زکوٰۃ کی اسی اہمیت کے پیش نظر ابو بکر صدیقؓ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا۔[۲۷] علماء نے صراحت کی ہے، زکوٰۃ کا منکر اجماع صحابہؓ کی روشنی میں کافر ہے۔[۲۸] آپ ﷺ نے زکوٰۃ کو ارکان اسلام میں سے ایک رکن قرار دیا ہے۔[۲۹] البتہ زکوٰۃ دیگر عبادات کے مقابلہ میں صرف مالدار پر فرض ہے اور دیگر عبادات کے مقابلہ میں مالی عبادت ہونے کے علاوہ اللہ کے ساتھ بندوں کا حق بھی ہے۔[۳۰]

آسمانی مذاہب میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے انفرادی و اجتماعی فوائد

ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: جہاں تک آسمانی مذاہب کا تعلق ہے تو انہوں نے غریبوں اور کمزوروں کے ساتھ نیک سلوک کی بڑی قوت کے ساتھ اور بڑے موئثر انداز میں تبلیغ کی ہے اور آسمانی مذاہب میں غریبوں سے حسن سلوک کی ہدایات ہر دنیاوی مذہب اور ہر ارضی قانون سے زیادہ اور ممتاز ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ کسی نبی کی دعوت غریبوں کی امداد کے اس انسانی پہلو سے خالی نہیں ہے جس کو قرآن نے زکوٰۃ کہا ہے۔[۳۱]

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

چنانچہ اگر اس سلسلے میں ہم قرآن کریم کی جانب توجہ کریں، جو انسانیت کے پاس باقی رہنے والا مستند ترین آسمانی صحیفہ ہے۔ تو ہم دیکھیں گے کہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ''(۳۲)

(اور ہم نے ان کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔)

حضرت اسماعیلؑ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن ارشاد کرتا ہے کہ:

''وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا وَّ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا''(۳۳)

(اور اس کتاب میں اسماعیلؑ کا ذکر کرو، وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول و نبی تھا وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔)

بنی اسرائیل کے میثاق کا اس طرح ذکر ہوا ہے:

''وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ''(۳۴)

(یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا۔)

اس میثاق کا دوسرے مقام پر ان الفاظ میں ذکر ہوا:

''اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ نقیب مقرر کئے تھے اور ان سے کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور اپنے خدا کو اچھا قرض دیتے رہے تو یقین رکھو کہ میں تمہاری برائیاں تم سے زائل کر دوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل

کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی مگر اس کے بعد تم میں سے جس نے کفر کی روش اختیار کی تو در حقیقت اس نے سواء السبیل گم کر دی۔"(۳۵)

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس مذہب میں سرکاری آمدنی کے ذرائع یعنی کن کن چیزوں پر ٹیکس لیا جائے اس کی تفصیل تو ہمیں ملتی ہے (مثلاً توریت میں) لیکن کن کن مدات میں انہیں خرچ کیا جائے اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔"(۳۶)

لیکن اس سلسلے میں مجھے یہود کی کتب مقدسہ سے جو پہلو مل سکے ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔

تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر زمین کی پیداوار اور جانوروں میں ایک عشر یعنی دسواں حصہ تھا۔(۳۷) نیز ہر بیس برس یا اس سے زیادہ عمر والے پر خواہ امیر ہو یا غریب آدھا مثقال دینا واجب ہے۔(۳۸) ساتھ ہی گرا پڑا اناج، کھلیان کی منتشر بالیں اور پھل والے درختوں میں کچھ پھل چھوڑ دیتے تھے، جو مال کی زکوٰۃ تھی اور یہ عملاً ہر تیسرے سال واجب الادا ہوتی تھی۔ یہ رقم بیت المقدس کے خزانہ میں جمع کی جاتی تھی۔ اس کا ساٹھواں حصہ مذہبی عہدہ دار پاتے تھے، دسواں حصہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولادیں قومی خاندانی کاہن ہونے کی حیثیت سے لیتی تھیں اور ہر تیسرے سال میں دسواں حصہ بیت المقدس کے حاجیوں کی مہمانی کے لئے رکھا جاتا تھا۔ اسی مد سے عام مسافروں، غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کو روزانہ کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا تھا۔ اور نقد آدھے مثقال والی زکوٰۃ کی رقم، جماعت کے خیمہ (یا مسجد بیت المقدس) اور قربانی کے ظروف و آلات کی خریداری کے لئے رہتی تھی۔(۳۹) تورات کے زمانے میں چونکہ دولت زیادہ تر صرف زمین کی پیداوار اور جانوروں کے گلوں تک محدود تھی اس لئے ان ہی دونوں چیزوں کی زکوٰۃ کا زیادہ ذکر آیا ہے۔ سونا چاندی اور ان کے سکوں کی چونکہ قلت تھی اس لئے ان کی زکوٰۃ کا ذکر ایک دو جگہ ہے۔ اسی بناء پر یہودیوں نے نقد زکوٰۃ کی اہمیت محسوس نہیں کی۔

یہودی مذہب میں بھی سود لینا ممنوع تھا۔ سفر تثنیہ میں واضح حکم ہے: لا تقرض أخاک بربا۔(۴۰) موسیٰ کی دس وصیتوں میں ایک وصیت یہ تھی چوری، غصب، قبضہ کے ذریعہ مال حاصل نہ کرو۔(۴۱) اس زمانہ میں بھی مال کی تقسیم کا تصور موجود تھا، جب یہود کنعان میں داخل ہوئے تو وہاں قبیلوں کے نام کی قرعہ اندازی کر کے ان میں زمین تقسیم کی گئی تھی۔(۴۲) بعد میں یہودیوں میں مال کی حرص آ گئی، انہوں نے سودی کاروبار اور جمع مال کی ساری صورتیں اختیار کر لیں۔(۴۳) قرآن

کریم نے ان کی اسی خصلت کی طرف سورۃ القصص [۴۴] اور النساء [۴۵] میں اشارہ کیا ہے: بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے بنی اسرائیل کے تین افراد کوڑھی، گنجے اور نابینا کا طویل قصہ بیان کیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے صحت دے کر مال دے کر آزمایا جب ان سے فرشتے نے ضرورت مند بن کر امتحان کے لئے مدد چاہی تو سوائے نابینا کے کسی نے غریب کو مال نہیں دیا، نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ویسا ہی کر دیا جیسے پہلے تھے۔[۴۶] اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مال سے زکوٰۃ ادا کرنے کا تصور موجود تھا۔ آج دنیا کا سب سے بڑا سود خور یہی یہودی ہے، دنیا کے بیشتر بینکوں کے مالک یہودی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عرصہ دعوت بہت مختصر ہے، مگر انہوں نے بھی فقراء و محرومین کو دینے کی طرف رغبت دلائی ہے۔[۴۷] حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ وارد ہوئے:

"وَاَوۡصَانِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمۡتُ حَیًّا"[۴۸]

(اور نماز اور زکوۃ کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے جب تک میں زندہ ہوں۔)

اور تمام اہل کتاب کے بارے میں قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

"وَمَآ اُمِرُوۡٓا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ"[۴۹]

(اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے بالکل یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں یہی نہایت صحیح درست دین ہے۔)

انجیل کے جو عہد قدیم اور عہد جدید کے نسخے آج ہمارے درمیان موجود ہیں ان میں بھی متعدد مقامات پر غریبوں سے حسن سلوک کی خاص تاکید اور مسکینوں، یتیموں، بیواؤں اور کمزوروں سے ہمدردی کی بڑی واضح ہدایات ملتی ہیں۔ چنانچہ تورات میں وارد ہے کہ:

جو شخص مسکین کی آواز سے کان بند کرلے، وہ خود بھی چیخیں مارے گا اور کوئی اس کی نہ سنے گا، اور چھپا کر ہدیہ دینے سے غضبِ (الٰہی) ٹھنڈا ہوتا ہے۔[۵۰]

اصحاح میں یہ الفاظ ہیں کہ مدد کرنے والے نیکوکار (کے مال) میں برکت ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے کھانے میں سے غریب کو بھی دیتا ہے۔[۵۱] منقول ہے: جو غریب کو دے گا وہ خود کبھی محتاج نہ ہوگا اور جو غریب کی طرف آنکھیں بند کرے اس پر (خدا کی) لعنتیں ہوں۔[۵۲]

سفر التثنیہ اصحاح میں یہ الفاظ ہیں کہ اگر تمہارے دروازے پر کوئی تمہارا غریب بھائی پڑا ہو اور تمہاری اس زمین میں موجود ہے جو تمہارے خدا نے تمہیں دی ہے تو سخت دل نہ بن جاؤ، اور اپنے ہاتھ نہ باندھ لو بلکہ ہاتھوں کو کھول کر اس کی ضرورت کے مطابق اسے قرض ہی دے دو، لیکن دیتے وقت تمہارا دل نہ دکھ رہا ہو، کیونکہ (اگر قرض حسنہ دوگے) تو تمہارا خدا تمہارے سارے کاموں میں برکت دے گا اور جس شے کی طرف تم ہاتھ بڑھاؤ گے اسی میں برکت پیدا ہو جائے گی۔ تمہاری سرزمین میں غریبوں کی کمی نہیں ہے اس لئے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ اپنے مسکین اور غریب بھائی کے لئے کھلے رکھو۔[۵۳]

اصحاح میں یہ الفاظ ہیں کہ ہر سال کی زرعی پیداوار کا جو عشر تم ہر تین سال کے آخر میں دیتے ہو اور اسے اپنے گھر کے دروازے پر رکھ دیتے ہو اور لادی (فرزند یعقوبؑ) آتا ہے کیونکہ اس کا تمہارے ساتھ کوئی حصہ نہیں ہے اور تمہارے دروازے پر جو غریب، یتیم اور بیوائیں موجود ہوتے ہیں وہ یہ (کھانا) کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور تمہارا خداوند تمہارے ہر عمل میں برکت دیتا ہے۔[۵۴]

انجیل لوقا میں ہے کہ: اپنے مال کو فروخت کر کے صدقہ ادا کرو۔[۵۵] انجیل لوقا میں ہے کہ: جس کے پاس دو کپڑے ہوں وہ (ایک) کپڑا اسے دیدے جس کے پاس (بالکل) نہیں ہیں، اور جس کے پاس کھانے کو ہو وہ اسے بھی کھلائے جس کے پاس کھانے کو نہیں ہے۔[۵۶]

اصحاح میں ہے: اگر کوئی شخص کھانے پر بلائے تو دوستوں، بھائیوں، رشتہ داروں اور مالدار پڑوسیوں کو نہ بلائے، کیونکہ وہ بھی تمہیں بلائیں گے اور تمہارا بدلہ اتر جائے گا بلکہ بے کس لنگڑے، لولے اور اندھے مسکینوں کو بلائے تاکہ اس کو خوشخبری ملے کیونکہ یہ مسکین تو بدلہ نہیں چکا سکتے اس لئے ان کا بدلہ روز قیامت نیک لوگوں کے ساتھ ادا کیا جائے گا۔[۵۷] مزید وارد ہے: اللہ کے خزانے میں مالدار (روپوں کی) تھیلیاں لا کر ڈالتے ہیں اور ایک بیوہ مسکین دو پیسے لا کر ڈالتی ہے تو قسم بخدا، اس بیوہ کے دو پیسے (خدا کے نزدیک) مالداروں کی تھیلیوں سے قیمتی ہیں، کیونکہ مالداروں نے اللہ کی دولت میں سے کچھ لا کر ڈالا ہے۔ اور اس غریب بیوہ نے تنگدستی کے باوجود اپنی ساری پونجی نذر کر دی ہے۔[۵۸] اصحاح میں ہے کہ: جو تم سے مانگے اسے دیدو اور جو قرض مانگے اسے قرض دے دو۔[۵۹] اور یہ ہے: لوگوں کے سامنے صدقہ نہ دو کہ وہ تمہیں دیکھیں، ایسا نہ کرنے سے آسمانوں والے کے پاس تمہارے عمل کا کوئی اجر نہیں ہو گا، اور جب صدقہ کرو تو لوگوں میں اپنے

سامنے ڈھول پٹواتے نہ جاؤ، جیسے دکھاوا کرنے والے ہیں تاکہ لوگوں میں ان کی تعریف وستائش ہو حق بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان کی نیکی کا صلہ مل چکا ہے، بہر حال جب تم صدقہ کرو تو تمہارے بائیں ہاتھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا ہے۔ تمہارا باپ (خدا) تمہاری اس پوشیدہ نیکی کو دیکھ رہا ہے اور وہ کھلم کھلا تمہیں بدلہ دے گا۔(۶۰) مزید لکھا ہے: جو شخص شاگرد سمجھ کر ان غریب بچوں کو ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلادے گا حق بات یہ ہے کہ اُس کا اجر ضائع نہیں ہو گا۔(۶۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسی کے ان ظاہری قواعد میں کوئی ترمیم نہیں کی، بلکہ ان کی روحانی کیفیت پر زیادہ زور دیا۔ انجیل لوقا میں ہے کہ: جو ”اپنا عشر (زکوۃ) ریا، نمائش اور فخر کے لئے دیتا ہے، اس سے وہ شخص بہتر ہے جو اپنے قصور پر نادم ہے۔(۶۲) اسی انجیل کے ۲۱ ویں باب کی پہلی آیت میں ہے: اگر کوئی دولت مند ہیکل کے خزانہ میں اپنی زکوٰۃ کی بڑی رقم ڈالے، اور اس کے مقابلے میں کوئی غریب بیوہ خلوصِ دل سے دو دمڑی ڈالے تو اس کی زکوٰۃ کا رتبہ اس دولتمند کی زکوٰۃ سے کہیں بڑھ کر ہے۔(۶۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو ترغیب دی کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ خدا کی راہ میں لٹا دے اس لئے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا آسان ہے، مگر دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔(۶۴) ساتھ ہی انہوں نے خود اپنی طرف سے نیز اپنے رفیق کی طرف سے اپنی ناداری کے باوجود آدھے مثقال والی زکوٰۃ ادا کی۔(۶۵)

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی مالی مدد کا تصور

عرب جو آسمانی وغیر آسمانی مذاہب کا مجموعہ تھا اس معاشرہ میں بھی کفالت عامہ کا تصور موجود تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں:

> ”زمانہ جاہلیت میں، مشرکوں کے ہاں بھی ایک طرح کی زکوٰۃ پائی جاتی تھی، یہ لوگ اپنی پیداوار کا ایک حصہ اپنے بتوں کو دیتے تھے۔ قرآن کریم نے طنز کیا ہے کہ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے بتوں کا کچھ حصہ اللہ کے حصہ میں مل جاتا ہے، تو اس سے لے کر دوبارہ بت کو دے دیتے ہیں۔ لیکن اگر مثلاً ہوا کے چلنے سے یا کسی اور وجہ سے اللہ کا کچھ حصہ بتوں کے پاس چلا گیا تو اللہ کو نہیں دلاتے بتوں کو ہی دے دیتے ہیں۔“(۶۶)

بلوغ الارب کے مطابق عربوں میں سخاوت کی بڑی تعریف کی گئی ہے، کلام عرب ایسے لوگوں کی مدح سے بھرا ہوا ہے۔(۶۷) حاتم طائی کی سخاوت کی داستانیں کس نے نہیں سنیں، قصی نے حجاج کی خدمت کے لئے پانچ عہدے مقرر کئے تھے، سقایة، رفادہ، حجابة، لواء، دار الندوہ۔(۶۸) پہلے تین حجاج کی کفالت کے لئے تھے، آپ ﷺ کے پر دادا ہاشم کو ہاشم بھی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مکہ میں قحط کے دنوں میں روٹی چورہ کرکے لوگوں کو کھلائی تھی۔(۶۹) حضرت خدیجہؓ نے پہلی وحی کے موقع پر آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے جو جملے کہے اس میں یہ تھا کہ آپ ﷺ غریبوں کی کفالت کرتے ہیں۔(۷۰) ابو جہل نے انکار نبوت کی وجہ بیان کرتے ہوئے جو بات کہی وہ یہ تھی کہ بنو ہاشم نے لوگوں کو کھلایا تو ہم نے بھی کھلایا، انہوں نے لوگوں کو سواریوں پر سوار کرایا تو ہم نے سوار کیا (یعنی جانور لوگوں کو دئے) اب وہ نبوت کا دعویٰ کرکے ہم سے آگے نکلنا چاہتے ہیں تو ہم کیسے نبوت کو تسلیم کریں۔(۷۱) ابوسفیان نے ہرقل روم کے سامنے جو بیان دیا وہ یہ تھا:

"یامرنا بالصلاۃ والزکوٰۃ والصلۃ والعفاف"(۷۲)

(آپ ﷺ ہمیں نماز، زکوٰۃ، صلہ رحمی اور پاکبازی کا حکم دیتے ہیں۔)

ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی کفالت عامہ اور زکوٰۃ کا تصور موجود تھا، گو کہ یہ تصور انتہائی ناقص تھا۔ ساری دنیا میں اس استحصالی نظام کے سبب امیر کی امارت غریب کی غربت بڑھتی گئی، یہاں تک کہ یہ تہذیبیں کھوکھلی ہو کر تباہ ہو گئیں۔ امام ابو یوسف لکھتے ہیں:

"انما ہلک من ہلک من الامم لحسبہم الحق حتی یشتری منہم واظہارہم الظلم حتی یفتدی منہم"(۷۳)

(ماضی میں جو قومیں تباہ ہو گئیں۔ ان کی تباہی کا سبب یہی تھا کہ انہوں نے عوام کو ان کے حقوق دینے سے گریز کیا تاکہ عوام ان سے اپنے حقوق کی قیمت ادا کرکے خریدیں اور عوام پر ظلم ڈہائے تاکہ لوگ ان کے مظالم سے بچنے کے لئے انہیں فدیہ (رشوت) ادا کریں۔)

زکوٰۃ کے مصارف اور اس کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

سورۂ بقرہ[۷۴] سے معلوم ہوتا ہے بنی اسرائیل سے زکوٰۃ ادا کرنے غریبوں کی کفالت کا عہد لیا گیا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ اسلام نے[۷۵] حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا تھا۔[۷۶] قرآن کریم نے تقریباً ۵۱ مقامات پر[۷۷] اپنے ماننے والوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جس میں سے بطور مثال چند یہ ہیں ارشاد ربانی ہے:

"وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ"[۷۸]

(نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو امید ہے تم پر رحم کیا جائے گا۔)

"خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَ تُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ"[۷۹]

(اے نبی ﷺ! تم ان کے اموال سے زکوٰۃ لے کر انہیں گناہوں سے پاک اور صاف کرو، نیز ان کے حق میں دعائے رحمت کرو، کیونکہ تمہاری دُعا ان کے لئے موجب تسکین ہو گی، اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔)

"وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ط سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ"[۸۰]

(جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال و دولت دی ہے اور وہ بخیلی سے کام لیتے ہیں اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لئے بہت ہی برا ہے، اس بخل سے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں اُسے قیامت کے دن طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔)

"وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ"[۸۱]

(دردناک سزا کی خوشخبری سنا دو ان لوگوں کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں، اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی، اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو دغا جائے گا اور کہا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔)

زکوٰۃ کے بارے میں بنیادی احکامات ہمیں قرآن کریم سے معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس کے بارے میں تفصیلات جس میں نصاب، شرائط، حولان حول وغیرہ کی طرف رہنمائی تعلیمات نبویہ ﷺ سے ملتی ہے، حدیث کی ہر اہم کتاب میں زکوٰۃ پر مستقل کتاب و ابواب محدثین نے قائم کئے ہیں، سب کا احاطہ ناممکن ہے چند احادیث بطور مثال پیش خدمت ہیں، حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا اسلام کے پانچ بنیادی فرائض میں سے ایک فرض ہے:

"عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال قال رسول اللّٰہ ﷺ بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ و اقام الصلاۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان"[۸۲]

(حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ ۱۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ۲۔ نماز قائم کرنا، ۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا، ۴۔ حج کرنا اور ۵۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔)

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا: أدُّو زکوٰۃ اموالکم[۸۳] اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو، بشیر بن خصاصیۃ مسلمان ہونے آئے، انہوں نے بیعت کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو آپ ﷺ نے اس وقت تک بیعت نہیں کیا جب تک انہوں نے ادائیگی کا وعدہ نہیں کر لیا۔[۸۴] ایک اعرابی نے جنت میں جانے کا طریقہ پوچھا تو آپ ﷺ نے دیگر امور کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا،[۸۵] جب وہ جانے لگا تو فرمایا جسے جنتی دیکھنا ہو اسے دیکھ لے۔ ایک خاتون کو کنگن پہنے دیکھ کر فرمایا اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔[۸۶] صحیح مسلم کی طویل روایت میں زکوٰۃ کو اوساخ الناس۔[۸۷] لوگوں کا میل قرار دیا ہے تاکہ جو مستحق نہیں وہ اس سے بچیں، آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے اہل و عیال پر زکوٰۃ ممنوع تھی، ایک دفعہ حسنؓ کو زکوٰۃ کی کھجور کھاتے دیکھا تو منہ سے

نکلوا دیا۔ فرمایالا ٓ نأکل الصدقة ۔(۸۸) توازن قائم رکھنے کے لئے جہاں ایک طرف اتنی شدت سے ترغیب دی گئی وہاں لینے والوں کو روکا بھی ہے، فرمایا:

الید العلیا خیر من الید السفلی (۸۹)

(دینے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے تا کہ لوگ دینے والے بنیں لینے والے نہیں۔)

قرآن کریم میں زکوٰۃ کے مفہوم کی ادائیگی کے لئے صدقۃ کا لفظ بھی مستعمل ہے۔(۹۰) جیسا کہ میں واضح کر چکا ہوں، حرقوص بن زہیر بن ذی الخویصرہ التمیمی یا منافق ابوالجواز نے (۹۱) آپ ﷺ کے تقسیم زکوٰۃ پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے از خود زکوٰۃ کے مصارف واضح فرمادیئے، ارشاد ربانی ہے:

”اِنَّمَا الصَّدَ قٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ ... الخ“(۹۲)

(زکوٰۃ تو بس فقراء کے لئے ہیں مساکین کے لئے ہیں، صدقات وصول کرنے پر مامور ملازمین کے لئے ہیں، ان لوگوں کے لئے ہیں، جن کی تالیف قلب مقصود ہو، غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے ہیں، قرضداروں کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے ہیں، اور مسافروں کے لئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔)

{۱} فقراء: قرآن نے زکوٰۃ کے جو مصارف بیان کئے ہیں اس میں سب سے پہلے فقیر کو بیان کیا ہے فقیر کا لفظ قرآن میں پانچ جگہ آیا ہے۔(۹۳) اور اس کی جمع سات جگہ آئی ہے فقر ضرورت کے معنی میں (۹۴) اور قناعت کے معنی میں (۹۵) آیا ہے، فقہ حنفی کے مطابق فقیر اسے کہتے ہیں جو صاحب نصاب نہ ہو اور اپنی ضروریات پوری نہ کر پاتا ہو۔(۹۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

”یدخل فقراء المسلمین الجنة قبل اغنیائهم بنصف یوم وهو خمس مائة عام“(۹۷)

(فقراء قیامت کے دن مالداروں سے نصف یوم پہلے داخل ہوں گے، یعنی پانچ سو سال پہلے۔)

احناف کے نقطہ نظر سے فقیر اور مسکین دونوں ایک مد و مصرف ہے۔[۹۸]

{۲} مساکین: لفظ مسکین قرآن میں گیارہ جگہ آیا ہے اور مساکین بارہ مقامات پر[۹۹] مسکین ذلیل اور کمزور کے معنی میں آیا ہے۔[۱۰۰] فقہ حنفی کے نقطہ نظر سے مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو یعنی ضروریات زندگی بھی نہ ہو۔(۱۰۱) آپ ﷺ نے فرمایا:

"الساعی علی الأرملة والمسکین کالمجاہد فی سبیل اللہ"[۱۰۲]

(بیوہ اور مسکین کی خدمت اور ان کے لئے کوشش کرنے والا ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔)

مسکین کی مدد کے لئے فقیر کے مقابلہ میں کفارہ یمین کفارہ صوم کفارہ ظہار اور کفارہ قتل محرم کی مد بھی رکھی گئی ہے۔[۱۰۳] اور بے شمار مقامات پر مسکین کی مدد کے لئے ابھارا گیا ہے۔[۱۰۴] آپ ﷺ نے بھی مسکینوں سے بے حد محبت کا اظہار کیا ہے۔ انس بن مالک سے روایت ہے آپ ﷺ دعا فرماتے تھے۔

"اللّٰھُمَ أَحْیِیْنِیْ مِسْکِیْنًا وَأَمِتْنِیْ مِسْکِیْناً وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زِمْرَۃِ المساکین"[۱۰۵]

(اے اللہ مجھے مسکین کی حیثیت سے زندہ رکھ مسکین کی حیثیت سے مار اور مسکینوں کے زمرہ میں شامل فرما۔)

{۳} عاملین (ملازمین): جو لوگ جمع کرنے پر سرکاری طور سے مامور ہوں ان کی تنخواہیں بھی زکوٰۃ سے ادا کی جائیں گی، آپ ﷺ نے عتاب بن اُسید کو مکہ میں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے باقاعدہ تنخواہ پر ملازم رکھا، الاوائل کے مطابق یہ پہلے باقاعدہ ملازم تھے۔[۱۰۶] عبد اللہ بن ساعدیؓ جو اسی قسم کے کام پر مامور تھے، بلا تنخواہ کام کرتے تھے۔ انہیں تنخواہ دی جاتی تو نہیں لیتے تھے، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا میں بھی ایسا ہی کرتا تھا جب کوئی مجھے تنخواہ دیتا مگر آپ ﷺ نے فرمایا خذہ فتمولہ [۱۰۷] اس (تنخواہ) کو لے لو اور اس کے ذریعہ مالدار بن کر صدقہ (وخدمت) کرو آپ ﷺ نے عاملین کو حکم دیا کہ فرائض کس طرح انجام دیں فرمایا: لاتؤخذ صدقاتھم الا فی دورھم [۱۰۸] لوگوں کے پاس خود چل کر جاؤ اور ان کے ٹھکانوں سے زکوٰۃ وصول کرو انہیں اپنی خدمت میں نہ بلاؤ اور حکم دیا کہ زکوٰۃ میں عمدہ نہ بہت عمدہ مال لو نہ بالکل گھٹیا بلکہ درمیانہ

لو۔[۱۰۹] اور زکوٰۃ کے مال میں جو خیانت کرے گا قیامت کے دن وہی اونٹ بلبلاتا ہوا بکری ممناتی ہوئی اس کے کاندھوں پر سوار قیامت کے دن آئے گی۔[۱۱۰]

{۴} مؤلفۃ القلوب: یعنی غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے مالی مدد کرنا امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے، یہ مد اب ختم ہو گئی اسلام پھیل چکا ہے۔[۱۱۱] مگر دیگر اسے بھی زکوٰۃ کا مصرف سمجھتے ہیں، غیر مسلم کی بھی قسمیں ہیں: {۱} ایک غیر مسلم وہ ہے جو اسلام کی طرف مائل ہو، {۲} دوسرا وہ ہے جس کی برائی سے بچنا مقصود ہو، {۳} تیسرا وہ ہے جو اسلام قبول کر چکا ہے مگر تذبذب کا شکار ہے، {۴} ایک وہ افراد ہیں جو مسلمان ہیں، دشمن کی سرحد پر رہتے ہیں، ان کی مدد سے سرحد کی حفاظت مقصود ہو، {۵} ایک وہ لوگ ہیں جو کسی جماعت کے قبیلہ کے لیڈر ہیں، ان کی امداد سے اسلام و مسلمانوں کو تقویت ہو گی، یہ سب اس مد میں داخل ہیں۔[۱۱۲] ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بھی انہی سے ملتی جلتی چار قسمیں بیان کی ہیں۔[۱۱۳] آپ ﷺ نے خود اس مد سے غیر مسلموں کی مالی مدد کی۔[۱۱۴] حضرت سعدؓ سے طویل حدیث منقول ہے سعدؓ کے مکرر سوال پر کہ غیر مسلم کی مدد کیوں کی؟ فرمایا:

> ”اِنِی لأعطی الرجل وغیرہ أحب إلیّ منه خشیة ان یکبه اللّٰہ فی النار“[۱۱۵]
>
> (اے سعدؓ اگر میں کسی شخص کو دیتا ہوں تو اس خوف سے دیتا ہوں کہ اگر اس کو نہ دیا جائے تو وہ کافر ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں سرنگوں ڈالدے گا حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، مگر اس کو نہیں دیتا اس لئے کہ اس سے ایسا خطرہ نہیں ہے۔)

مکہ کے اکثر روساء جنہوں نے غزوہ حنین کے وقت اسلام قبول کیا تھا، ابھی تک مذبذب الاعتقاد تھے۔ انہی جیسے لوگوں کو قرآن مجید میں مؤلفۃ القلوب کہا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو نہایت فیاضانہ انعامات دیئے جن کی تفصیل یہ ہے۔ ابو سفیان مع اولاد ۳۰۰ اونٹ اور ۱۲۰ اوقیہ چاندی، حکیم بن حزام ۲۰۰ اونٹ، نضر بن حارث بن کلدہ ثقفی ۱۰۰ اونٹ، صفوان بن امیہ ۱۰۰ اونٹ، قیس بن عدی ۱۰۰ اونٹ، سہیل بن عمر ۱۰۰ اونٹ، حویطب بن عبد العزیٰ ۱۰۰ اونٹ، ان کے علاوہ تین غیر ملکی نو مسلم رئیس بھی ان انعامات کے مستحق ٹھہرے: اقرع بن حابس (تمیمی) ۱۰۰ اونٹ، عینیہ بن حصن (فزاری) ۱۰۰ اونٹ، مالک بن عوف (نصری) ۱۰۰ اونٹ، ان

کے علاوہ بہت سے لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ عطا فرمائے۔[۱۱۶] امام ابو یوسف کی تالیف "کتاب الخراج" میں اگر ہم دیکھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں۔ زکوٰۃ کی آمدنی سے یہودیوں کی بھی مدد فرماتے تھے، ایک روز وہ مدینہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے دیکھا کہ ایک شخص بھیک مانگ رہا ہے۔ انہیں حیرت ہوئی کہ میرے زمانے میں لوگ بھیک مانگیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ حکومت کا فریضہ ہے کہ غریبوں کی مدد کرے، انہیں کھلائے پلائے۔ اس سے پوچھتے ہیں تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں ایک یہودی ہوں اب تک کاروبار کیا کرتا تھا اور جزیہ دیا کرتا تھا۔ اب بوڑھا ہو گیا ہوں کام نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجبور ہوں کہ بھیک مانگوں۔ حضرت عمرؓ بے حد متاثر ہوئے فوراً اپنے افسر بیت المال کو حکم دیا کہ اس یہودی کے لئے روزینہ مقرر کر دیا جائے۔[۱۱۷] ان کے الفاظ ہیں کہ ہذا من مساکین اہل الکتاب یہ مساکین کی مد میں آتا ہے، اس لئے زکوٰۃ سے اس کو رقم دی جائے۔[۱۱۸] بلاذری نے لکھا ہے شام کے سفر کے دوران حضرت عمرؓ نے زکوٰۃ کی مد سے محتاج عیسائیوں کی بھی مدد کی۔[۱۱۹]

{۵} الرقاب: اقوام عالم کے معاہدہ کے تحت غلامی کا دور چونکہ ختم ہو چکا ہے اس لئے یہ مد بھی باقی نہیں رہی۔

{۶} غارم (مقروض): مقروض یا ضرورت مند کو مشکل سے نکالنے کے لئے زکوٰۃ کی مد سے اس کی مدد کرنا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں مثلاً تجارت کے لئے یا کسی اور کام کے لئے حکومت اس کو قرض دیتی ہے، اور قرض ظاہر ہے کہ بلا سود ہی ہو گا کیونکہ حکومت ہی وہ ادارہ ہے جو سود کی آمدنی کا خیال کئے بغیر رعایا ہی کی آمدنی رعایا ہی کو قرض دے سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا طرز عمل یہی نظر آتا ہے کہ وقتاً فوقتاً وہ لوگوں کو سرکاری خزانے سے بلا سود قرضے دیتے تھے، اس سے خود حضرت عمرؓ بھی فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ ان کی آمدنی اور تنخواہ کم تھی۔ کبھی کبھی انہیں ضرورت پیش آتی تھی۔ تو وہ سرکاری خزانے سے قرض لیتے تھے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر ماہ تنخواہ نہیں بٹتی تھی بلکہ چھ ماہ میں ایک بار یا سال میں دو مرتبہ تو اپنی تنخواہ ملنے پر وہ ادائیگی کر دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی طرح اور لوگوں کو بھی اس سے استفادہ کرنے کا موقع ملتا تھا۔[۱۲۰]

{۷} فی سبیل اللہ: ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں: "فی سبیل اللہ" سے مراد فوجی انتظام اور دفاع کا انتظام ہے۔ سول ایڈمنسٹریشن "عاملین علیہا" میں شامل ہے۔ "فی سبیل اللہ" کے تحت پوری ملٹری ایڈمنسٹریشن آ جاتی ہے۔ سپاہیوں کی تنخواہ کی ادائیگی، اسلحہ کی فراہمی اور دیگر فوجی

ضروریات سب اس مد کے تحت آ جاتی ہیں۔ نیز اور چیزیں بھی مثلاً مسجدوں کا بنانا کارواں سرائے تعمیر کرنا، مدرسوں کی تعمیر وغیرہ یہ ساری چیزیں فی سبیل اللہ کے تحت اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے تحت آجاتی ہیں۔(۱۶۱) لیکن عام علماء کی رائے ہے کہ زکوٰۃ میں ملکیت بھی شرط ہے۔ مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں ملکیت نہیں آتی اس لئے زکوٰۃ ایسے جگہوں پر خرچ نہیں ہوسکتی ہے۔ البتہ فی سبیل اللہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔(۱۶۲)

{۸} ابن السبیل (مسافر): ایسا مسافر جو چاہے اپنے ملک میں مالدار ہو اگر مسلم ملک میں آیا تو اس کی مدد کی جاسکتی ہے۔ خواہ یہ مسافر مسلم ہو یا غیر مسلم مالدار ہو یا غریب اور یہ مدد قابل واپسی بھی نہیں۔(۱۶۳) قابل غور بات یہ ہے کہ جس معاشرہ میں کفالت کا اتنا اہتمام ہو وہاں بھلا کیسے محرومی وغربت باقی رہ سکتی ہے۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کے انفرادی فوائد

زکوٰۃ ۸ھ(۱۶۴) یا ۹ھ(۱۶۵) میں فرض ہوئی، جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں، اس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتا ہے، جس کا تذکرہ سورہ المائدہ میں ہے کہ اس زمانے میں آسمانی آگ جس کے صدقہ کو جلا دیتی گویا وہ قبول ہو گیا، جس کا نہیں جلاتی اس کا صدقہ گویا قبول نہیں ہوا، یہی کچھ قابیل وہابیل بن آدم علیہم السلام کے ساتھ ہوا۔(۱۶۶) بعد کی شریعتوں میں زکوٰۃ آگ کے حوالہ کرنے کے بجائے کمزوروں اور ضرورت مندوں کو دینے کی اجازت دے دی گئی، عہد نبوی ﷺ کے مکی دور میں زکوٰۃ فرض نہیں اختیاری تھی، صرف اتنا حکم آیا تھا: وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۔(۱۶۷) یعنی خود حق ادا کریں بعد میں خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ (۱۶۸) کے ذریعہ وصول کرنے کا حکم ملا۔ معمول تھا آپ ﷺ مختلف صحابہ کو جمع زکوٰۃ کے لئے مختلف قبائل میں بھیجتے جو زکوٰۃ وصول کرکے پھر آ کر آپ ﷺ کو حساب دیتے تھے۔ جیسا کہ ابن التبیہ کے واقعہ سے واضح ہوتا ہے۔(۱۶۹) الاَوائل کے مطابق زکوٰۃ کی وصولی پر پہلا باقاعدہ ملازم عتاب بن اسید کو رکھا۔(۱۷۰) عہد نبوی ﷺ کے بعد کچھ لوگوں نے حکومت کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو ابو بکرؓ نے ان کے خلاف جہاد کیا۔(۱۷۱) یہاں تک کہ وہ تائب ہوئے، عہد عمرؓ میں یہی معمول رہا، عہد عثمانؓ میں چونکہ اسلامی حکومت بہت وسیع ہو گئی اس کے جمع پر بقول ڈاکٹر حمید اللہ زیادہ خرچ آنے کا امکان تھا لہٰذا آپؓ نے لوگوں کو اجازت دے دی کہ وہ ہر سال زکوٰۃ کی رقم خود

ہی قرآن کے احکامات کے مطابق تقسیم کر دیا کریں۔[۱۷۲] اسی قسم کا تجزیہ خولہ شاکر الدجیلی کا بھی ہے۔[۱۷۳] اسلام کا نظام زکوۃ تاریخ انسانیت میں جدید اور منفرد نظام ہے اور ایسا نظام ہے جس تک انسانی فکر کی کبھی رسائی نہیں ہوئی اور نہ کسی آسمانی شریعت نے اس قدر مفصل نظام وضع کیا۔ بلاشبہ اسلام کا نظامِ زکوۃ اجتماعی، سیاسی، اخلاقی اور دینی پہلوؤں کا حامل بے مثال مالی اور اقتصادی نظام ہے۔ زکوۃ مالی اور اقتصادی نظام اس لئے ہے کہ یہ ایک محدود مالی ٹیکس ہے۔ جو رؤس پر عائد ہوتا ہے جیسے زکوۃ الفطر اور اموال پر اور آمدنیوں پر عائد ہوتا ہے، جیسے عام زکوۃ، یہ بیت المال کا ایک مستقل اور دائمی مصدر ہے جو ناداروں کی اقتصادی ضروریات کی تکمیل کے لئے صرف ہوتی ہے اور کنز اور دولت کے ارتکاز کے خلاف ایک موئثر جنگ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اسلام کے ہر حکم کے پیچھے ایک فلسفہ موجود ہے، ممکن ہے اس کی حکمتوں تک ہماری عقل کی رسائی نہ ہو مگر ہمیں اس پر عمل کا حکم ہے، زکوۃ کے حوالہ سے یہاں چند فوائد تحریر کر رہا ہوں۔

{۱} بخل سے پاک کرتی ہے:

انسان کی فطرت ہے مال سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچانا چاہتا ہے، جیسا کہ سورۃ الاسراء[۱۷۴] النساء[۱۷۵] اور سورۃ الحشر[۱۷۶] میں بتایا گیا ہے۔ اور ارشاد نبوی ﷺ ہے: بخل سے بچو اس کا عملی علاج زکوۃ ادا کرنا ہے۔

{۲} مال کی محبت کم ہوتی ہے:

زکوۃ ادا کرنے میں چونکہ اپنے ہاتھ سے رقم خرچ کرتا ہے اس لئے دل سے اس کی محبت جاتی رہتی ہے۔ انسان مال کی محبت میں ذلیل ہوتا ہے، شرف انسانیت کو ضائع کرتا ہے زکوۃ ادا کرنے سے اس بیماری کا علاج ہو جاتا ہے۔

{۳} اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ہوتی ہے:

انسان کی فطرت میں جمع کرنے کی خواہش ہے، خرچ کی نہیں، زکوۃ ادا کرنے سے اس عادت کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ سورۃ بقرہ[۱۷۷]، سورۃ شوریٰ[۱۷۸]، سورۃ آل عمران[۱۷۹]، سورۃ الذاریات[۱۸۰] اور سورۃ المعارج[۱۸۱] میں مسلمانوں کو اسی صفت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ترغیب دلای گئی ہے۔

{۴} انسان صفات الٰہی سے متصف ہوتا ہے:

مخلوق پر احسان کرنا اللہ کی صفت ہے، انسان اس میں شریک ہو جاتا ہے۔[۱۸۲]

{۵} اظہار تشکر کا جزبہ پیدا ہوتا ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا: ہر انسان جو نئی صبح کرتا ہے اس پر ہر ہر نعمت کا شکریہ ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ جسم کا شکریہ عبادت، مال کا شکریہ زکوٰۃ ہے۔

{۶} حب دنیا کا علاج ہوتا ہے:

زکوٰۃ کی ادائیگی انسان کو حب دنیا و حب مال سے نجات دلاتی ہے اور نجات حاصل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ مال و دنیا کی محبت قلب کو اللہ سے غافل کر دیتی ہے اسی وجہ سے سورۃ التغابن میں مال کو آزمائش کہا گیا ہے۔[۱۸۳]

{۷} طبیعت میں روحانی بلندی و انبساط پیدا ہوتا ہے:

اس لیے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال پاک ہونے کے ساتھ روحانیت میں انشراح و انبساط پیدا ہوتا ہے۔ سورۃ التوبہ میں تزکیھم[۱۸۴] سے اسی طرف اشارہ ہے۔

{۸} باہمی محبت میں اضافہ ہوتا ہے:

مال انسانوں کی محبت میں سب سے بڑی دیوار ہے، جنہیں زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ اگر رشتہ دار ہوں تو حدیث نبوی ﷺ کی رو سے لھما اجران اجر القرابۃ واجر الصدقۃ[۱۸۵] ڈبل ثواب ہے ایک رشتہ داری نبھانے کا دوسرے زکوٰۃ ادا کرنے کا اس اجر کے ساتھ رشتہ دار ہو یا اجنبی وہ بھی محبت کرنے لگتا ہے۔

{۹} مال پاک ہوتا ہے:

مال دوسروں کے حق کی وابستگی کی بنا پر آلودہ ہو جاتا ہے جب حق غیر ادا ہو جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: لیطیب ما بقی من اموالکم[۱۸۶] زکوٰۃ اسی لئے ہے تاکہ بقیہ مال پاک ہو جائے۔

{۱۰} مال محفوظ رہتا ہے:

زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال آسمانی بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ما تلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکوٰۃ[۱۸۷] خشکی اور تری میں کوئی مال تباہ نہیں ہوا مگر اس کا باعث زکوٰۃ ادا نہ کرنا ہوتا ہے، اسی طرح فرمایا: ما خالطت الزکوٰۃ مالا قط الا اھلکتہ[۱۸۸] جس مال سے زکوٰۃ نہ نکالی جائے مال میں ملی رہے وہ مال ہلاک و تباہ ہو جاتا ہے۔

{۱۱}مال میں اضافہ ہوتا ہے:

بظاہر چند روپے کم ہوتے ہیں، لیکن اللہ اس میں برکت پیدا کر دیتا ہے۔ یہ اضافہ دو صورتوں میں ہوتا ہے آخرت میں انسانی خلوص کی بنیاد پر ہزار گنا تک اضافہ ہو جاتا ہے، جیسا کہ سورۂ بقرہ(۱۸۹) میں فرمایا گیا اور دنیا میں بھی برکت ہوتی ہے، تھوڑی سی رقم سے زیادہ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے، اسی کی طرف سورۂ روم(۱۹۰) سورۂ سبا(۱۹۱) سورۂ بقرہ(۱۹۲) میں اشارہ کیا گیا ہے۔

{۱۲}لوگوں کے بغض وحسد سے محفوظ رہتا ہے:

لوگوں کو جب ان کا حق ملتا ہے تو وہ اس کے لئے دعاء گو و مشکور ہوتے ہیں اس کی خوشحالی کو دیکھ کر حسد میں مبتلا نہیں ہوتے۔

{۱۳}مزید جدوجہد پر آمادہ کرتی ہے:

جب انسان خرچ کرتا ہے تو مزید کمانے کی جستجو کرتا ہے، جو زکوٰۃ وصول کرتا ہے وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

مستشرق کی رائے

تھامس آرنلڈ اپنی تصنیف دعوتِ اسلام میں لکھتے ہیں: نظام زکوٰۃ اسلام کا ایک دینی فریضہ ہے، جو بڑی باریکی اور جزرسی سے اسلامی معاشرے میں اخوت اور بھائی چارہ پیدا کرتا ہے، جس میں ہر رنگ و نسل کے مسلمان برابر ہیں اور ایک نیا مسلمان ہونے والا شخص اسلام قبول کرتے ہی وہی مرتبہ حاصل کرلیتا ہے جو ایک قدیم مسلمان کا ہے۔ بلاشبہ نظام زکوٰۃ ایک منفرد اور بے مثل نظام ہے۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کے اجتماعی فوائد

اہم ترین بات یہ ہے کہ زکوٰۃ کے اس کفالتی نظام کو موئثر بنانے کے لئے آپ ﷺ نے معاذؓ کو حکم دیا:

"تؤخذ من أغنیائھم وترد علی فقرائھم "(۱۹۳)

(جس علاقہ کے مالداروں سے زکوٰۃ لی جائے گی اسی علاقہ کے غربا پر خرچ کی جائے گی۔)

سنن ابی داؤد کی روایت ہے عمران بن حصین کو تحصیل دار مقرر کیا گیا، تو آپ ﷺ نے زکوٰۃ وصول کر کے اسی علاقہ کے غرباء میں تقسیم کر دیا اور فرمایا ہم عہد رسالت میں بھی ایسا ہی کرتے تھے۔(۱۹۴) اسی رائے کا علامہ قرضاوی نے بھی اظہار کیا ہے۔(۱۹۵)

ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: زکوٰۃ میں اجتماعی رنگ موجود ہے جیسے ذوی الحاجات کی مدد کرنا اور فقراء مساکین، مقروض، مسافروں اور دیگر حاجتمندوں کو مدد بہم پہنچانا، تعاون کی یہ صورت انفرادی بھی ہے کہ ان ضرورتمند افراد کی جدا جدا امداد ہوتی ہے اور یہ پورے معاشرے سے بھی تعاون ہے کہ پورے معاشرے کے ایک مشترکہ وجود کی حیثیت میں اعانت ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ فرد اور معاشرے کی حدود ایک دوسرے میں داخل ہیں اور معاشرہ فی الواقع افراد کے اجتماع ہی کا نام ہے۔ اس لحاظ سے فرد کی تقویت اور اس کی مادی اور معنوی صلاحیتوں میں اضافہ معاشرے کی تقویت اور اس کو فروغ اور اس کی مادی اور معنوی صلاحیتوں میں اضافہ معاشرے کی تقویت اور اس کو فروغ دینا ہے، اور معاشرے پر اثر انداز ہونے والا ہر امر فرد پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، خواہ افراد کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ بلاشبہ بے کار آدمی کو کام دلوانا، عاجز کی مدد کرنا، محتاج کی اعانت کرنا اور فقیر و مسکین اور مقروض کی ضرورتیں پوری کرنا اجتماعی مقاصد ہیں اور ان کی تکمیل سے معاشرے میں اجتماعی کفالت کا نظام بحال ہوتا ہے اور اجتماعیت کو فروغ ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان وصول کنندگان کی ضرورتوں کے پورا ہو جانے کے لحاظ سے انفرادی مقاصد بھی بروئے کار آ جاتے ہیں۔ زکوٰۃ اسلام کے اجتماعی نظام کفالت کا ایک حصہ ہے۔(۱۹۶)

مزید لکھتے ہیں: یہ مسلمانوں کی کوآپریٹو سائٹی ہے۔ یہ ان کی انشورنس کمپنی ہے یہ ان کا پراویڈنٹ فنڈ ہے، یہ ان کے لئے بے کاروں کا سرمایہ اعانت ہے، یہ ان کے معذوروں، اپاہجوں، بیماروں، یتیموں، بیواؤں کا ذریعہ پرورش ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمانوں کو فکر فرد اسے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کا سیدھا سادھا اصول یہ ہے کہ آج تم مالدار ہو تو دوسروں کی مدد کرو۔ کل تم نادار ہو گئے تو دوسرے تمہاری مدد کریں گے۔ تمہیں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ مفلس ہو گئے تو کیا بنے گا؟ مر گئے تو بیوی بچوں کا کیا حشر ہو گا؟ کوئی آفت ناگہانی آپڑی، بیمار ہو گئے، گھر میں آگ لگ گئی، سیلاب آ گیا، دیوالہ نکل گیا تو ان مصیبتوں سے مخلصی کی کیا سبیل ہو گی؟ سفر میں پیسہ نہ رہا تو کیونکر گزر بسر ہو گی؟ ان سب فکروں سے صرف زکوٰۃ تم کو ہمیشہ کے لئے بے فکر کر دیتی ہے۔ تمہارا کام بس اتنا ہے کہ اپنی پس انداز کی ہوئی دولت میں سے ڈھائی فی

صدقہ دے کر اللہ کی انشورنس کمپنی میں اپنا بیمہ کرالو، اس وقت تم کو اس دولت کی ضرورت نہیں ہے یہ ان کے کام آئے گی، جو اس کے ضرورت مند ہیں۔ کل جب تم ضرورت مند ہو گے یا تمہاری اولاد ضرورت مند ہو گی تو نہ صرف تمہارا اپنا دیا ہوا مال بلکہ اس سے بھی زیادہ تم کو واپس ملے جائے گا۔(۱۹۷)

ایک اور مستشرق لیوڈروش کہتا ہے کہ: اسلام دو عالمی اجتماعی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اولاً، ایک نظام اخوت قائم کر کے اجتماعیت تشکیل دیتا ہے۔ ثانیاً، زکوٰۃ فرض قرار دے کر اغنیاء کے مال میں فقراء کا حق متعین کر دیا ہے، یہاں تک کہ اگر اغنیاء نہ دیں تو فقراء زبردستی لے سکتے ہیں۔

زکوٰۃ ایک دینی اور لازمی ٹیکس ہے، ایک اجتماعی نظام ہے جس میں فقراء کی مدد ہوتی ہے اور مستقل طور پر ان کی دست گیری کی جاتی ہے۔ تاریخ انسانیت میں اسلام نے سب سے پہل یہ انوکھا اور منفرد نظام وضع کیا ہے کہ ایک ایسا ٹیکس عائد کیا جو عملاً ارباب ثروت سے لیا جاتا ہے اور فقراء میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ایک اجتماعی دائرہ میں امت کی وحدت قائم ہو جاتی ہے جس سے اسلامی نظام ایک ایسی اساس پر قائم ہوتا ہے جس میں نفرت وحسد نہیں ہوتا۔

فرانسیسی مستشرق ماسیناں کہتا ہے کہ: اسلام نے ابنائے معاشرہ کی کفالت کا اجتماعی اصول دے کر صحیح معنی میں تصور مساوات قائم کیا ہے اور زکوٰۃ عائد کی ہے جسے ہر شخص بیت المال کو ادا کرتا ہے جس سے تمام بنیادی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے اور انفرادی ملکیت اور تجارتی سرمایہ کاری کی توثیق ہوتی ہے، ربا کا خاتمہ ہوتا ہے، اور بالواسطہ ٹیکسوں سے نجات ملتی ہے اور اس طرح ایک ایسا معاشی نظام تشکیل پاتا ہے جو سرمایہ داری اور اشتراکیت کے درمیان ایک نظام عدل کی صورت میں ابھرتا ہے۔

ایک اطالوی مصنفہ فاغلیری لکھتی ہیں کہ: تقریباً تمام مذاہب نے صدقات کی اخلاقی اور اجتماعی اہمیت واضح کی ہے لیکن یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے صدقات کے فضائل بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اسے حکماً اور عملاً نافذ کر دیا کہ ہر شخص اپنی ثروت اور دولت میں سے ایک حصہ فقراء، محتاجین اور ضرورت مندوں کے لئے ادا کرے، اور اپنے نفس کو بخل سے پاک کر کے الٰہی کفالت کے نظام میں شریک ہو جائے۔(۱۹۸) بقول جگن ناتھ آزاد:

سلام اس پر جو حامی بن کے آیا غم خوار نصیبوں کا
رہا جو بے کسوں کا آسرا، محسن شفیقوں کا
مددگار و معاون بے بسوں کا زیر دستوں کا
ضعیفوں کا سہارا اور محسن حق پرستوں کا

تجاویز

{۱} زکوٰۃ کا نظام سب پر نافذ کیا جائے حکومت خود وصول کر کے مجتھدین کو ان کا حصہ فراہم کرے تا کہ وہ اس کے حصول کے لئے آلہ کار اور انتہا پسندی کو فروغ دینے کا سبب نہ بنیں، {۲} زکوٰۃ اکاؤنٹ ہولڈرز کی کل جائداد پر نافذ کر کے وصول کی جائے یا انہیں تحریرا مطلع کیا جائے کہ بقیہ مال پر خود ادا کر دیں۔ {۳} جو اکاؤنٹ کی رقم قرض ثابت ہو جائے وہ رقم واپس لوٹا دی جائے، {۴} حکومت علاقہ کے اعتبار سے مستحقین جنہیں زکوٰۃ دی جائے فہرست ڈی سی آفس پر آویزاں کرے اور اخبار میں اس کا اعلان کرے، {۵} علاقائی بنیاد پر جو کمیٹی بنائی جائے اس میں ایک ڈیفنس کا آدمی ایک جامع مسجد کا خطیب، ایک پروفیسر، ایک سوشل ویلفیئر سے وابستہ شخص لازماً شامل ہو اور مشترکہ دستخط سے امداد دی جائے۔ ممبران اپنا مالی اسٹیٹس تحریراً لکھ کر مہیا کریں، {۶} وڈیرہ، سیاستدان، صنعت کار، اس کمیٹی کا ممبر نہیں بن سکتا ہو، {۷} مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کی مدد بھی مؤلفۃ القلوب کی مد سے کی جائے تا کہ وہ دشمن کے آلہ کار نہ بنیں، {۸} زکوٰۃ کی تقسیم ممبران کے دستخط کے بعد کسی بینک کو مخصوص کر کے وہاں سے دی جائے تا کہ حسابات چیک کرنا آسان ہو، {۹} جو طبقہ یا شخص حکومت کو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ کسی بھی درجہ میں اس کا ممبر نہیں بن سکے، {۱۰} زکوٰۃ کی تقسیم کو شرعی و شفاف بنایا جائے، {۱۱} حکومت کا یہ اختیار ختم کیا جائے کہ وہ اپنی صوابدید سے اس مد سے رقم نکال کر جہاں خرچ کرنا چاہے خرچ کر سکے، {۱۲} خواتین کے بینک اکاؤنٹ نہیں ہوتے لہٰذا ان سے زکوٰۃ بھی وصول نہیں ہوتی انہیں زکوٰۃ کی ترغیب دلائی جائے، {۱۳} لوگوں کو انفاق فی سبیل اللہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی ترغیب میڈیا و مذاکرہ کے ذریعہ دلائی جائے، {۱۴} اسلامی نظام کفالت کو رائج کیا جائے۔ کفالت کے لئے یتیموں و معذوروں کے ٹریننگ سینٹر قائم کر کے انہیں کام کے ساتھ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے، یہ سینٹر علاقہ کی جامع مسجد درگاہوں اور رفاہی پلاٹوں پر قائم ہو سکتے ہیں۔ {۱۵} قرضہ حسنہ ضرورت مندوں کو دیا جائے تا کہ وہ اپنے

قدموں پر کھڑے ہو سکیں۔ {۱۶} سادگی کو فروغ دیا جائے تاکہ لوگوں میں اعلیٰ اسٹیٹس کی دوڑ ختم ہو، {۱۷} نومسلموں کو سماجی قانون معاشی و معاشرتی تحفظ فراہم کرنے کے لئے زکوٰۃ فنڈ سے رقم مختص کی جائے تاکہ وہ دباؤ کا شکار ہو کر دوبارہ کفر کی طرف نہ لوٹیں ورنہ سارے مسلمان گناہ گار ہوں گے، میں امید واثق رکھتا ہوں موجودہ وزیر صاحب جو انتہائی صاحب علم با اختیار اور کچھ کر گزرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں وہ اس نظام زکوٰۃ کو نظام کفالت میں تبدیل کر کے اس ملک اور اس کے غرباء پر احسان عظیم کر کے تاقیامت اپنا نام زندہ رکھیں گے اور اسلام کی سرخروئی کا ذریعہ بنیں گے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

حواشی و حوالہ جات

۱۔ محمد زبیر بدر بن محمد، بیت المال فی نظام الاسلام فی القانون الباکستانی (مقالۃ : ایم اے الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ اسلام آباد، غیر مطبوعہ) ص/۴۱ تا ۱۰۷ اور اسلامی ریاست میں نظام بیت المال کا ارتقاء اور پاکستان میں اس کے مروجہ قوانین کا جائزہ، شیر علی (مقالہ: ایم فل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد غیر مطبوعہ) ص/۳۰ تا ۸۹

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (لاہور) دانش گاہ پنجاب ۱۹۷۳ء، ج/۱۰، ص/۴۶۵

۳۔ المنجد فی اللغۃ، ص/۳۰۳،

۴۔ دیکھئے المعجم المفہرس محمد فؤاد عبدالباقی کی (دانش گاہ تہران ۱۳۷۶) ص/۴۲۱۔۴۲۲ اور جہانگیری قرآنی اشاریہ سرور حسین (کراچی، تعلیمات القرآن ۱۹۹۲ء) ص/۳۹۳، موسوعۃ نظرۃ النعیم کے مطابق ۵۱، مقامات پر، ج/۶، ص/۲۱۹۹

۵۔ جیسے هُوَ اَزْكىٰ لَكُمْ ،النور/۲۸،

۶۔ جیسے فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكىٰ طَعَامًا الکہف/۱۹،

۷۔ جیسے اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً الکہف/۷۴،

۸۔ جیسے اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً۔الہکف/۷۴،

۹۔ جیسے مَازَكىٰ مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ النور/۲۱،

۱۰۔ جیسے وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ الفاطر/۱۸،

۱۱۔ جیسے وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى عبس/۷،

۱۲۔ جیسے فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔النجم/۳۲،

۱۳۔ جیسے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا الشمس/۹،

۱۴۔ جیسے وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ البقرہ/۴۳، البینۃ/۵ وغیرہ،

۱۵۔ قاسم بن عبد اللہ القونوی الرومی الحنفی انیس الفقہاء (محولہ بالا) ص/۱۳۱۔۱۳۲، ابن منظور کی لسان العرب (بیروت دارصادر ۱۹۵۶ء) ، ج/۱۴، ص/۳۵۹، المصباح المنیر ، ج/۱، ص/۲۵۴، القاموس المحیط فیروز آبادی (بیروت دارالجیل) ج/۴، ص/۳۳۹، المفردات امام راغب، ص/۲۱۸، المعجم الوسیط (إحیاء التراث العربی قطر ۱۴۰۶) ج/۱، ص/۳۹۶، اور معجم مقاییس اللغۃ أبی الحسن احمد بن فارس (تہران، مکتب الاعلام الاسلامی ۱۴۰۴)، ج/۳، ص/۱۷

۱۶۔ القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، فقہ الزکوۃ، ج/۱، ص/۴۰

۱۷۔ ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق (کوئٹہ، مکتبہ الماجدیۃ) ج/۲، ص/۲۰۱

۱۸۔ موسوعۃ نظرۃ النعیم، ج/۶، ص/۲۱۹۷۔۲۱۹۸

۱۹۔ سورۃ النساء/۵

۲۰۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، خطبات بہاولپور (بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ۱۴۰۱ھ) ص/۲۷۸

۲۱۔ القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، فقہ الزکوۃ (مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، لاہور، البدر پبلیکیشنز اردو بازار ۱۹۸۱ء) ج۳، ص۸

۲۲۔ سورۃ التوبہ/۵۸۔۶۰

۲۳۔ اَبی الحسن الواحدی کے مطابق وہ حرقوص بن زہیر بن ذی الخویصرہ التمیمی (بانی فرقہ خوارج) تھا، اور کلبی کے مطابق یہ منافقین تھے دیکھئے: اسباب نزول القرآن اَبی الحسن علی بن احمد الواحدی (م۴۶۸ھ) تحقیق کمال بیسونی زغلول دار الکتاب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۸ء، ص/۲۵۳

۲۴۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، خطبات بہاولپور، ص۲۷۶۔۲۷۷،

۲۵۔ ہاشمی، مولانا عبد القدوس، (سہ ماہی) منہاج لاہور ۱۹۹۱ء، دیال سنگھ لائبریری، ص۱۶۴۔۱۷۵

۲۶۔ کیلانی، محمد اقبال، کتاب الزکوٰۃ (گوجرانوالہ، حدیث پبلی کیشنز ۱۹۹۴ء) ص/۲۲۔۲۳

۲۷۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، (کراچی، قدیمی کتب خانہ ۱۹۶۵ء) کتاب الزکوٰۃ، فتح الباری لابن حجر عسقلانی (تحقیق: محب الدین الخطیب قاہرہ، دارالریان للتراث ۱۴۰۷ھ) ج/۱۳، حدیث نمبر ۲۸۴۷۔۲۸۵۷، اور صحیح مسلم محمد بن حجاج القشیری (بیروت، داراحیاء التراث العربی) حدیث نمبر ۲۰

۲۸۔ ندوی، مجیب اللہ، اسلامی فقہ (لاہور، پروگریسیو بکس)، ج/۱، ص/۴۲۹

۲۹۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری (مترجم: محمد عادل خاں لاہور مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار ۱۹۷۹ء) کتاب الایمان اور فتح الباری ابن حجر عسقلانی، ج/۱، حدیث ۸/، صحیح مسلم حدیث ۱۶

۳۰۔ ندوی، مجیب اللہ، اسلامی فقہ (محولہ بالا)، ج/۱، ص/۴۲۴

۳۱۔ القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، فقہ الزکوۃ (مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، لاہور، البدر پبلیکیشنز اردو بازار ۱۹۸۱ء)، ج/۱، ص/۶۲

۳۲۔ سورۃ الانبیاء/۷۳

۳۳۔ سورۃ مریم/۵۴

۳۴۔ سورۃ بقرہ/۸۳

۳۵۔ سورۃ المائدہ/۱۲

۳۶۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، خطبات بہاولپور، ص/۲۷۸

۳۷۔ احبار: ۲۷،۳۰،۳۲

۳۸۔ خروج: ۳۰،۱۳،۱۵

۳۹۔ خروج: ۲۶،۳۸،۳۰

۴۰۔ العهد القديم سفر التثنية الاصحاح: ۲/۳۵

۴۱۔ سفر الخروج الاصحاح: ۵/۱۵۔۱۶

۴۲۔ سفر العدد، الاصحاح: ۲۶/۵۲۔۵۴

۴۳۔ العبادی، الدکتور عبد السلام داؤد، الملكية فى الشريعة الاسلامية طبيعتها و وظيفتها وقيودها دراسة مقارنة بالقوانين الوضعية، ج/۱، ص/۶۱

۴۴۔ سورۃ القصص/۷۶، میں ان قارون كان من قوم موسىٰ

۴۵۔ سورۃ النساء/۱۶۱، میں فبظلم من الذين هادوا

۴۶۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری باب ماذکر عن بنی اسرائیل، ج۱،

۴۷۔ العبادی، الدکتور عبد السلام داؤد، الملكية فى الشريعة الاسلامية طبيعتها و وظيفتها وقيودها دراسة مقارنة بالقوانين الوضعية، ج/۱، ص/۶۲

۴۸۔ سورہ مریم/۳۱

۴۹۔ سورۃ البینۃ/۵

۵۰۔ تورات سفر امثال، الاصحاح: ۲۱

۵۱۔ تورات سفر، الاصحاح: ۲۲

۵۲۔ سفر امثال: ۲۷

۵۳۔ سفر التثنیۃ الاصحاح: ۱۵

۵۴۔ الاصحاح: ۱۴

۵۵۔ الاصحاح: ۱۳ اور انجیل لوقا فقرہ: ۳۳

۵۶۔ انجیل لوقا فقرہ: ۱۰۰۔۱۴۰

۵۷۔ الاصحاح: ۱۱، فقرہ/۴۱

۵۸۔ الاصحاح: ۲۱

۵۹۔ الاصحاح:۵، انجیل متی ۴۱۔۴۲

۶۰۔ الاصحاح:۱۔۴

۶۱۔ الاصحاح:۱۰۔۴۲

۶۲۔ انجیل لوقا:۱۸۔۱۰

۶۳۔ انجیل لوقا ۲۱ویں باب کی پہلی آیت

۶۴۔ متی:۱۹۔۲۴

۶۵۔ متی:۱۷۔۲۴

۶۶۔ سعد اللہ، حافظ محمد، غریبوں کا والی (لاہور، دیال سنگھ، ٹرسٹ لائبریری ۱۹۹۴ء)، ص/۳۰، اور ڈاکٹر قرضاوی کی فقہ الزکوۃ، ج/۱، ص/۶۱

۶۷۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، خطبات بہاولپور، ص/۲۷۲۔۲۷۳

۶۸۔ دیکھیے: بلوغ الادب فی معرفۃ احوال العرب، ج/۱، ص/۴۶

۶۹۔ بشریٰ امام الدین، پیارے بچوں کے لئے پیارے نبی ﷺ کی سیرت طیبہ، (کراچی مکتبہ یادگار شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی مئی ۲۰۰۰ء) ص/۳۷

۷۰۔ باسلامہ، حسین عبداللہ، حیاۃ سید العرب، (بیروت، دار الفکر العربی ۱۹۹۲ء)، ج/۱، ص/۴۴

۷۱۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی (مطبوعہ مصر)، ج/۱، ص/۳۳۸

۷۲۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج/۱، ص۶ اور صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۷۷۳

۷۳۔ اَبی یوسف، کتاب الخراج، ص/۱۱۴

۷۴۔ سورۃ البقرہ/۱۷۳

۷۵۔ سورۃ مریم/۵۵

۷۶۔ سورۃ مریم ۳۰

۷۷۔ موسوعۃ نظرۃ النعیم، ج/۶، ص/۲۱۹۹ تا ۲۲۰۵

۷۸۔ سورۃ النور/۵۶

۷۹۔ سورۃ التوبہ/۱۰۳

۸۰۔ سورۃ آل عمران/۱۸۰

۸۱۔ سورۃ التوبۃ/۳۴۔۳۵

۸۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری کتاب الایمان حدیث نمبر ۸

۸۳۔ الترمذی، اَبی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، حدیث نمبر ۶۱۶

۸۴۔ بن حنبل، امام احمد، مسند احمد، ج/۵، حدیث نمبر ۲۲۴

۸۵۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج/۳، حدیث نمبر ۱۳۹۷، اور صحیح مسلم، حدیث نمبر ۹۸۶

۸۶۔ اَبو داوٗد، سلیمان بن اَشعث، سنن اَبو داوٗد، حدیث نمبر ۱۵۶۳

۸۷۔ مسلم، بن الحجاج القشیری، صحیح المسلم، حدیث نمبر ۱۰۷۲

۸۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج/۶ حدیث نمبر ۳۰۷۲، اور صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۰۶۹

۸۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج/۳، حدیث نمبر ۱۴۲۷ اور صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۰۳۴

۹۰۔ قاسم بن عبد اللہ القونوی، انیس الفقہاء، ص/۱۳۴

۹۱۔ الواحدی، اَبی الحسن علی بن احمد، اسباب نزول القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۸ء، ص/۲۵۳،

۹۲۔ سورۃ التوبۃ/۶۰

۹۳۔ سورۃ آل عمران/۱۸۱، النساء/۶ اور ۱۳۵، سورۃ الحج/۲۸، سورۃ القصص/۲۴

۹۴۔ جیسے سورۃ محمد/۳۸، اور الضحیٰ/۸، میں استعمال ہوا ہے۔

۹۵۔ بازمول، محمد بن عمر بن سالم، احکام الفقیر والمسکین (بیروت، دار البشائر ۱۹۹۹ء) ص/۲۱

۹۶۔ ندوی، مجیب اللہ، اسلامی فقہ، ج/۱، ص/۴۶۳، اور فقہ الزکوۃ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، ج/۳، ص/۱۲

۹۷۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء ان فقراء المہاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیائھم، حدیث نمبر ۲۳۵۴

۹۸۔ حاشیۃ الدسوقی، ج/۱، ص/۴۹۲

۹۹۔ بازمول، محمد بن عمر بن سالم، احکام الفقیر والمسکین، ص/۲۲۔۲۴

۱۰۱۔ الزبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس، ج/۹، ص/۲۳۷

۱۰۲۔ ندوی، مجیب اللہ، اسلامی فقہ، ج/۱، ص/۴۶۴، اور فقہ الزکوٰۃ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، ج/۳، ص/۱۵

۱۰۳۔ البخاری محمد بن اسماعیل صحیح البخاری کتاب النفقات باب فضل النفقۃ علی الاہل، حدیث نمبر ۵۳۵۳ اور صحیح مسلم کتاب الزہد والرقائق باب فضل الاحسان اِلٰی الأرملۃ والمسکین والیتیم حدیث نمبر ۲۹۸۲،

۱۰۴۔ سورۃ المائدہ/۸۹، اور ۹۵ سورۃ المجادلۃ-۲۔۴، سورۃ الاسراء/۲۶، سورۃ البقرہ/۲۱۵ اور ۱۷۷

۱۰۵۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء أن فقراء المهاجرين يدخلون الجنة قبل أغنيائهم ، حدیث نمبر ۳۲۵۳، سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب مجالسۃ الفقراء، حدیث نمبر ۴۱۲۶

۱۰۶۔ ہاشم الخطیب، السید، کتاب الاوائل فی الاسلام (محولہ بالا)، ص/ ۶۹،

۱۰۷۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب رزق الحکام، ج/ ۹، ص/ ۸۴، اور صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب إباحة الاخذ لمن اعطى من غير مسئلة، ج/ ۱، ص/ ۴۱۶

۱۰۸۔ السجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن أبوداؤد، باب اين تصدق الاموال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ج/ ۱، ص/ ۵۳۳، حدیث نمبر ۳۲۵۲

۱۰۹۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، باب لا تؤخذ كرائم اموال الناس فی الصدقة

۱۱۰۔ المنذری، أبی محمد ذکی الدین، الترغیب والترہیب (داراحیاء التراث العربی ۱۳۸۸ھ) باب الترغيب فی العمل على الصدقة بالتقویٰ، ج/ ۱، ص/ ۴۵

۱۱۱۔ ندوی، مجیب اللہ، اسلامی فقہ، ج/ ۱، ص/ ۴۶۵

۱۱۲۔ ایضاً

۱۱۳۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد خطبات بہاولپور، ص/ ۲۸۰۔۲۸۱

۱۱۴۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح المسلم، کتاب الزکوۃ، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم على الاسلام، ج/ ۱، ص/ ۴۲۲

۱۱۵۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اذالم يكن الايمان على الحقيقة، ج/ ۱، ص/ ۱۳، اور صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب اعطاء من يخاف على ايمانه، ج/ ۱، ص/ ۴۲۱

۱۱۶۔ سعد اللہ، حافظ محمد، وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے (لاہور اقبال پبلشنگ ۱۹۹۹ء) ص/ ۱۵۰، بحوالہ طبقات ابن سعد، ص/ ۱۱۰، زرقانی علی المواہب، ج/ ۳، ص/ ۴۳، السیرۃ النبویۃ ابوحاتم تمیمی، ص/ ۳۵۷

۱۱۷۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، خطبات بہاولپور، ص/ ۲۸۰

۱۱۸۔ ایضاً

۱۱۹۔ ایضاً، ص/ ۲۸۲

۱۲۰۔ ایضاً، ص/ ۲۸۱۔۲۸۲

۱۶۱۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، خطبات بہاولپور، ص/ ۲۸۲، مبشر احمد، قرض حسنہ (سہ ماہی) منہاج لاہور، جنوری ۱۹۹۲ء، ص/ ۲۹۶

۱۶۲۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (مترجم: کراچی نور محمد اصح المطابع)، ج/ ۲، ص/ ۱۷

۱۶۳۔ الطبری، ابن جریر، تفسیر طبری، ج/ ۱۰، ص/ ۱۱۵

۱۶۴۔ یہ شبلی نعمانی کی رائے ہے دیکھئے: سیرت النبی ﷺ، ج/ ۵، ص/ ۱۳

۱۶۵۔ یہ ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے ہے دیکھئے خطبات بہاولپور، ص/ ۲۷۱

۱۶۶۔ سورۃ المائدہ/ ۲۷۔۳۱

۱۶۷۔ سورۃ المعارج/ ۲۴

۱۶۸۔ سورۃ التوبۃ/ ۱۰۳

۱۶۹۔ اس نے زکوٰۃ کی وصولی کے بعد کہا یہ آپ ﷺ کے لئے زکوٰۃ کا مال جمع کیا ہے اور یہ مال مجھے ہدیہ ملا ہے تو آپ ﷺ سخت خفا ہوئے، یہ واقعہ صحیح مسلم کتاب الامارات باب تحریم ہدایا العمال میں موجود ہے۔

۱۷۰۔ ہاشم خطیب، السید، کتاب الاوائل فی الاسلام (بغداد مطبعۃ الجاحظ ۱۸۸۰ء) ص/ ۶۹

۱۷۱۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج/ ۱۳، ص/ ۲۸۴۷، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۰

۱۷۲۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، خطبات بہاولپور، ص/ ۲۸۳

۱۷۳۔ الدجیلی، خولۃ شاکر، بیت المال نشاتہ وتطورہ (بغداد، مطبعۃ وزارۃ الاوقاف ۱۹۷۶ء) ص/ ۱۰۳

۱۷۴۔ سورہ الاسراء/ ۱۰۰، وکان الانسان قتورا

۱۷۵۔ سورۃ النساء/ ۱۲۸

۱۷۶۔ الحشر/ ۹، التغابن/ ۱۶

۱۷۷۔ سورۃ بقرہ/ ۱۔۳، اور ۲۷۴

۱۷۸۔ سورۃ شوریٰ/ ۳۶۔۳۸

۱۷۹۔ سورۃ آل عمران/ ۱۷، اور ۱۳۴

۱۸۰۔ سورۃ الذاریات/ ۱۴۔۱۹

۱۸۱۔ سورۃ المعارج/ ۲۴۔۲۵

۱۸۲۔ القرضاوی ڈاکٹر یوسف فقہ الزکوٰۃ، ج/ ۴، ص/ ۲۵۔۲۶

۱۸۳۔ سورۃ التغابن/ ۱۵، یہی حکم سورۃ الانبیاء/ ۳۵، میں ہے۔

۱۸۴۔ سورۃ التوبۃ/ ۱۰۳

۱۸۵۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح المسلم، باب فضل الصدقۃ علی الاقربین (کراچی، قدیمی کتب خانہ ۱۹۵۶ء)، ج/۱، ص/۳۲۳

۱۸۶۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الزکوٰۃ

۱۸۷۔ المنذری الترغیب والترہیب، ج/۱، ص/۱۲۷

۱۸۸۔ شافعی، مسند الشافعی، الباب الاول فی الامر بھاوالتحدید علی ترکھا

۱۸۹۔ سورۂ بقرہ/۲۶۱

۱۹۰۔ سورۂ الروم/۳۹

۱۹۱۔ سورۂ سبا/۳۹

۱۹۲۔ سورۂ بقرہ/۲۷۶

۱۹۳۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری کتاب الزکاۃ، ج/۱، ص/۲۱۹

۱۹۴۔ السجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن اَبی داوٗد، باب فی الزکوۃ ہل تحمل من بلد إلیٰ بلد، ج/۱، ص/۲۱۲

۱۹۵۔ القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، فقہ الزکوۃ، ج/۳، ص/۱۲

۱۹۶۔ عبد الحمید، نظام الدین، العبادۃ وآثارھا النفسیۃ والاجتماعیۃ (بغداد، مکتبہ القدس) ص/۸۰، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، فقہ الزکوۃ، ج/۴، ص/۵۰، اور موسوعۃ نظرۃ النعیم، ج/۶، ص/۲۲۱۶

۱۹۷۔ عبد الحمید، نظام الدین، العبادۃ وآثارہا النفسیۃ والاجتماعیۃ، ج/۶، ص/۸۰۔ اور فقہ الزکوٰۃ قرضاوی، ج/۴، ص/۵۰، اور موسوعۃ نظرۃ النعیم، ج/۶، ص/۲۲۱۶

۱۹۸۔ القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، فقہ الزکوۃ، ج/۴ ص/۳۱۹۔۳۲۱